بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ شعبان کا روزہ

اختیاری یا ضروری

بجواب

15 شعبان کا روزہ

سنت یا بدعت؟

محمد ارشد

جماعت المسلمین

پندرہ شعبان کے روزے کے حوالے سے نور الامین صاحب کا کتابچہ بذریعہ واٹس اپ موصول ہوا پڑھ کر حیرت کا سماء قائم ہوا کہ ایک واضح روزے کے مسئلہ کو پیچیدگی واُلجھن کا رنگ بھر دیا اور افسوس کی فضاء اس لئے قائم ہوئی کہ ایک ثابت شدہ روزے کا رخ بدل دیا۔ موصوف اس سے قبل بھی چند کتابچہ تحریر کر چکے ہیں جو کہ نہ صرف تشدد پر مبنی تھے بلکہ موصوف نے جماعت المسلمین کی مدلل تحاریر کو جو کہ قرآن واحادیث سے ماخوذ ہیں ان کو نشانہ بنانے کی کوشش تو کی لیکن وہ اس سعی میں ناکام ہی رہے جیسا کہ اس سے پہلے وہ لوگ بھی ناکام رہے جنھوں نے جماعت المسلمین کے خلاف مختلف تحاریر لکھیں لیکن ان محرّرین کے اقلام بھی حرکت سے قاصر رہے پھر ان کو سکوت کے علاوہ کوئی راستہ نظر نہیں آیا۔ جس کا مصداق یہ حدیث کے الفاظ ہیں" لا یضرّ ھم من خا لفھم" الحمدللہ، سید مسعودؒ احمد صاحب دور حاضر میں قرآن وحدیث کا وسیع علم رکھتے تھے اور ان کی تحاریر تقریباً بیس ہزار صفحات پر مشتمل ہیں جس کا یقینی اندازہ قارئین کرام ان کی تحاریر کو پڑھ کر کر سکتے ہیں۔ نور الامین صاحب کے کتابچہ کے جواب کی ضرورت تو نہ تھی لیکن موصوف نے ایک سادہ لفظ سَرد وسَرَرۃ کو بنیاد بنا کر خود ہی اُلجھن کا شکار ہو گئے جس کے ازالہ کے لئے موصوف کی تحریر کا جواب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قارئین کرام کے ہاتھوں میں پیش خدمت ہے۔ موصوف کے تبصرے کو ہم غلط فہمی کے لفظ سے تحریر کریں گے اور اس کے جواب کو ازالہ کے نام سے موسوم کریں گے۔ (انشاءاللہ)

غلط فہمی نمبرا: موصوف لکھتے ہیں 15 شعبان کا روزہ سنت ہے یا بدعت؟ صفحہ نمبرا۔

ازالہ نمبرا: احادیث صحیحہ سے پندرہ شعبان تک کے روزے ثابت شدہ ہیں تو اس روزے کو بدعت کا سوالیہ نشان لگا کر موصوف کی کم فہمی سمجھا جائے یا کم علمی؟ جبکہ موصوف خود اپنے کتابچہ میں شعبان کے روزوں کو ثابت شدہ تسلیم کر چکے ہیں۔ صفحہ نمبر ۳۔

غلط فہمی نمبر۲: موصوف رقمطراز ہیں۔لیکن پندرہ کا ذکر اس میں کہیں بھی نہیں ہے سوال یہ ہے پندرہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟اگر پندرہ کا لفظ حدیث میں نہیں ہے تو پھر یہ کہاں سے آیا؟ صفحہ نمبر ۶

ازالہ نمبر۲: سرر سرّۃ عبارۃ النص ہے جس سے یہ اشارۃ ملتا ہے کہ نصف شعبان کی (پندرہ تاریخ مراد ہے) اگر عبارۃ النص سے مسئلہ واضح نہیں ہوتا تو اشارہ النص یا مقتضاء النص سے مسئلہ کی وضاحت ہو جاتی ہے اور بات مکمل طور پر سمجھ میں آجاتی ہے اس لئے سرّۃ کے لفظ کے اشارے سے جماعت المسلمین نے نصف شعبان اخذ کیا ہے تو یہ قیاس کس طرح ہوا موصوف کا قیاس کو ہماری جانب منسوب کرنا ہم پر یہ الزام ہے۔سَرر و سرّہ کے لفظ کے معنی لغت کی کتابوں میں مہینہ کا آغاز، وسط، آخر، مذکورہ تینوں معنی موجود ہیں۔لیکن وہ معنی و مطلب اخذ کیئے جائیں گے جو احادیث کے معنی کے قریب تر اور منشاء کے مطابق ہونگے۔خود موصوف نے بھی سرر سرّۃ کے معنی نصف، وسط، درمیان تسلیم کئے ہیں۔(ملاحظہ ہو کتابچہ صفحہ ۱۰۔۱۱)

مزید ہم لغت کی کتاب معجم السریع سے سرر و سرّۃ کے معنی نقل کر رہے ہیں ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

سَرر جمعہ سرّۃ۔ سرّۃ کی جمع سرّرہے۔ تجویف صغیر فی وسط البطن۔ پیٹ کے وسط میں ایک چھوٹا نشان۔ سرّۃ من الوادی جوفہ۔ وادی کے درمیان۔یعنی وادی کے بیچ میں۔ سرّۃ من البلد وسطہ۔ شہر کا وسط۔یعنی شہر کے درمیان۔ مذکورہ بالا سرر سرّۃ کے معنی درمیان، وسط، نصف، بیچ، بالکل واضح ہیں اس لئے جماعت المسلمین نے سرۃ کے معنی وسط، نصف، درمیان کے اخذ کر کے نصف شعبان مہینہ کا وسط (پندرہ شعبان کیا ہے) جیسا کہ اس کی وضاحت اُوپر کی جاچکی ہے۔

غلط فہمی نمبر ۳: موصوف لکھتے ہیں

اب مسئلہ تھوڑا سا اور حساس ہو گیا۔ امام بخاریؒ نے تو عمران بن حصینؓ کی حدیث سے مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنے کا مسئلہ اخذ کیا ہے اور جماعت المسلمین نے اس سے پندرہ شعبان کا روزہ لیا ہے۔ (صفحہ نمبر ۶)

ازالہ نمبر ۳: موصوف کے لئے مسئلہ اس لئے حساس بنا کہ موصوف نے فہم کو دلیل سمجھ لیا جبکہ مسائل کو اخذ کرنے کے فہم مختلف تو ہو سکتے ہیں لیکن دلیل نہیں بن سکتے ہیں کیوں کہ افہام الرجال قابل احترام تو ہو سکتے ہیں لیکن واجب الاتباع نہیں ہو سکتے۔

اگر موصوف افہام الرجال سے صرف نظر نہیں کریں گے تو پھر کس کس کے فہم کو اپنا ئینگے پھر تو وہ افہام الرجال کا شکار بنے رہینگے جیسا کہ موصوف اختلاف کا شکار ہو چکے ہیں۔ پھر جس قدر فہم اس قدر اختلاف جیسا کہ اِس اُمّت کی تفریق وتفرقہ کا منظر ہم سب کے سامنے ہے یہ واضح رہے کہ تمام ائمہ کرامؒ کے افہام قابل احترام تو ہو سکتے ہیں لیکن واجب الاتباع ہرگز نہیں ہو سکتے ہم سب قرآن وحدیث کے پابند اور مکلّف ہیں اور ہم سب کے افہام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے تابع ہیں۔ فہم کے حوالہ سے کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں اختصار کے ساتھ دو مثالیں ذیل میں تحریر کی جا رہی ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ درج ذیل حدیث کے مفہوم کو اپنے فہم سے اس طرح سمجھا کہ مال جمع نہ کیا جائے وہ مال جمع کرنے سے روکتے تھے دلیل میں درج ذیل حدیث پیش کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا اُنْفِقُهٗ کُلَّهٗ اِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِیْرَ. میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور میں اُسے خرچ نہ کروں (میں تو چاہتا ہوں کہ) سب خرچ کردوں سوائے تین دینار کے ان کو قرض کی ادائیگی

کے لئے روک لوں۔ پھرابوذرغفاریؓ فرماتے ہیں اور بیشک یہ لوگ سمجھتے نہیں بات یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں مذکورہ ابوذرغفاریؓ کا فہم یہ تھا مال ہرگز جمع نہ کیا جائے وہ لوگوں کو مال جمع کرنے سے روکتے تھے تو سوال یہ ہے کہ اگر مال جمع نہ کیا جائے تو زکوٰۃ کے احکام و مسائل پر کس طرح عمل کیا جائے گا اور زکوٰۃ کیسے اور کس کو دی جائے گی۔

کیا موصوف صحابیؓ کے اخذ کردہ مفہوم کو اپنا کر مال جمع کرنے سے منع کریں گے تو؟ جب مال ہی جمع نہیں کیا جائے گا تو زکوٰۃ کے فریضہ پر کس طرح عمل ہوگا اسی لئے صحابہ کرامؓ نے ان کے فہم سے اتفاق نہیں آج تک اور قیامت تک لوگ اس آیت پر عمل کرتے رہینگے "(اٰتُوا الزَّکوٰۃَ) زکوٰۃ ادا کرو۔

ایک اور مثال: حضرت عدیؓ بن حاتم درج ذیل آیت کے مفہوم کو کچھ اس طرح سمجھے۔

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُم الخَیطُ الأبْیَضُ مِنَ الْخَیطِ الأسْوَدِ۔ (البقرۃ)

(کھاؤ اور پیو) یہاں تک سفید دھاگہ کالے دھاگہ سے ممتاز ہو جائے۔ عدیؓ بن حاتم اس آیت کے مفہوم کو کچھ اس طرح سمجھے وہ بیان کرتے ہیں۔ عَمَدْتُ اِلٰی عِقَالِ اَسْوَدَ وَاِلٰی عِقَالِ اَبْیَضَ فَجَعَلْتُھَا تَحْتَ وِسَادَتِیْ۔

میں نے ایک سیاہ دھاگہ اور ایک سفید دھاگہ لیا اور اسے اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا۔ پھر جب انہوں نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے عدیؓ تمہارا تکیہ تو بڑا عریض ہے پھر آپ ﷺ نے اسکی وضاحت کی اور آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد فجر کی روشنی ہے''۔ (صحیح بخاری)

مندرجہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ فہم کی وجہ سے حقائق کا مفہوم برعکس اخذ کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ فہم دلیل نہیں بن سکتا اور نہ واجب الاتباع ہوسکتا ہے۔گزشتہ صفحات میں اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

غلط فہمی نمبر۴: موصوف رقمطراز ہیں پس عام قاعدہ یہ ہے کہ کسی بھی زبان کے مشکل الفاظ کے معنی اس کی لغت میں دیکھے جاتے ہیں لہٰذا آیئے عربی لغت میں سَرر کے معنی دیکھتے ہیں۔عربی لغت کی مشہور کتاب المنجد میں لکھا ہے۔(صفحہ نمبر ۷)

السرر والسرور ہاتھ اور پیشانی کے خطوط بچہ کی نال۔السرر۔ماہ قمری کی آخری رات۔کسی چیز کا کھوکھلا ہونا۔ (دیکھئے المنجد)

ازالہ نمبر۴: کیا موصوف شعبان کی آخری رات کو روزہ رکھیں گے؟لغت کے وہ معنی ہی اخذ کئے جائیں گے جو حدیث کے قریب تر اور منشاء کے مطابق ہوں گے باقی معنی لغت کی زینت رہینگے۔ سرر وسرّ ۃ کی وضاحت اُوپر صفحات میں گزر چکی ہے۔

غلط فہمی نمبر۵: موصوف لکھتے ہیں۔

پھر یہ کہ اگر نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا منع ہے تو امام بخاریؒ نے عمرانؓ بن حصین کی حدیث سے مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنے کا مسئلہ کیسے اُخذ کیا؟

ازالہ نمبر۵: کسی بھی اہل علم کا مسئلہ اخذ کرنا قابل احترام تو ہوسکتا ہے لیکن واجب الاتباع نہیں۔اس کی وضاحت گزشتہ صفحات میں کردی گئی ہے۔رہا سوال کہ امام بخاریؒ نے مسئلہ کیسے اخذ کیا تو عرض ہے کہ اس کا جواب امام بخاریؒ دیں گے۔میرے جیسا کم علم اس کا جواب نہیں دے سکتا۔

نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھنے کی فیصلہ کن حدیث:

درج ذیل قابل غور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اِذَا انتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُومُوا''۔ جب نصف شعبان (یعنی پندرہ شعبان) ہوجائے تو تم اس کے بعد روزہ ہرگز نہ رکھنا۔

(ابوداؤد و ترمذی سند صحیح)

مندرجہ بالا حدیث سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ پندرہ شعبان کے بعد روزہ ہرگز نہ رکھا جائے نہ ہی پیشوائی کے روزے اور نہ کوئی نفلی روزہ کیونکہ امر نہی کا صیغہ موجود ہے۔ آپ ﷺ نے اُمت کو نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے سے منع فرمادیا ہے۔

نوٹ: نصف شعبان سے مراد پندرہ تاریخ ہے۔

مزید یہ کہ مذکورہ بالا حدیث میں کوئی علت نہیں ہے جن ائمہ کرامؒ نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے انہوں نے اس حدیث کو صحیح کا حکم لگایا ہے لہٰذا مذکورہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

نیز یہ کہ موصوف نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (صفحہ نمبر ۲۰)

مندرجہ بالا حدیث امر نہی سے تعلق رکھتی ہے جس پر عمل کرنا فرض ہے لہٰذا فرض پر عمل کرنا ضروری ہے نہ کہ نفلی عمل پر یہ ایک مسلمہ اصول ہے جب کسی فعل کی اثبات میں حدیث موجود ہو اور ممانعت کی حدیث بھی ہو تو ایسی صورت میں ممانعت کی حدیث کو ترجیح و مقدم رکھا جائے گا لہٰذا نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے سے ہمیں منع کردیا گیا ہے ایسی صورت میں نفلی روزہ کس طرح رکھا جاسکتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کی حدیث بعد میں بیان کی گئی ہے کیونکہ ممانعت کی حدیث کے الفاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے حدیث قابل غور و فکر ہے۔

''اِذَا انتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُومُوا''۔ جب نصف شعبان (یعنی شعبان کی پندرہ تاریخ ہوجائے) تو تم ہرگز روزہ نہ رکھنا۔ جیسا کہ اس کی وضاحت اور حوالہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

نصف شعبان کے روزہ پر حاصل بحث

رسول اللہ ﷺ نے کسی صحابیؓ سے سوال کیا اَصُمْتَ مِنْ سُرَةِ هٰذَا الشَّهْرِ قَالَ لَا قَالَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ مِنْ رَمَضَانَ صُمْ يَوْمَيْنِ مَكَانَه (صحیحین) خط کشیدہ الفاظ صرف صحیح مسلم میں ہیں۔ کیا تم نے اس شعبان کے مہینہ کے وسط کا روزہ رکھا اس نے عرض کیا نہیں رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم رمضان المبارک کے روزوں سے فارغ ہو تو اس روزے کے بدلے میں دو روزے رکھ لینا۔

مندرجہ بالا حدیث سے درج ذیل باتیں ثابت ہوئی سرۃ ہذا الشھر سے مراد شعبان کا مہینہ ہے جو جاری تھا اس سے معلوم ہوا کہ شعبان کے آخری ایام ابھی باقی تھے جبکہ نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا منع کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے اس لئے اس شخص سے فرمایا کہ: (اب تم نصف شعبان کے بعد دو روزے نہیں رکھ سکتے) لہٰذا جب تم رمضان کے روزوں سے فارغ ہو تو اس کے بدلے دو روزے رکھ لینا۔ صُمْ يَوْمَيْنِ مَكَانَهُ ۔اس سے معلوم ہوا کہ نصف شعبان کا روزہ ایک تھا جو گزر چکا تھا۔ جسکے بدلے میں دو روزے رکھے جا سکتے ہیں۔ نوٹ: اس سے نصف شعبان کے روزے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے سرّۃ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سے مراد ایام البیض کے روزے نہیں ہیں کیونکہ ایام البیض کے روزوں کی تعداد تو تین ہے اور ایام البیض کے روزے تو ہر ماہ کی قمری تاریخ کی ۱۳۔۱۴۔۱۵۔ کو رکھے جا سکتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرّۃ سے نصف شعبان کا ایک روزہ مراد ہے۔

نوٹ: رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ باقی سب روزے اختیاری ہیں۔

غلط فہمی نمبر ۶: موصوف لکھتے ہیں اور اُمید ہے کہ جن لوگوں کا ذہن تحقیقی ہوگا وہ ضرور غور وفکر کریں گے۔

ازالہ نمبر ۶: موصوف تو جماعت المسلمین کے تحقیقی اور اجتماعی میدان کو چھوڑ کر جا چکے ہیں افسوس اب تو موصوف تفریق وتفرقہ کے میدان میں اُتر چکے ہیں اور اُمیدوں کی کرنوں کا خاتمہ کر چکے ہیں

محمد ارشد

26 رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ